جسم یا کپڑوں پر نجاست لگی ہو اور نماز کا وقت کم ہو، تو نماز کا حکم

1

ریفرنس نمبر: Mad161 1

تاریخ: 26-01-2016

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کے جسم یا کپڑوں پر نجاست لگی ہو اور نماز کا وقت اتنا کم ہو کہ طہارت بقدرِ جوازِ نماز حاصل کرنے میں نماز کا مکمل وقت نکل جائے گا اور کپڑا تبدیل بھی نہیں کر سکتا، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر کسی آدمی کو طہارت حکمی حاصل ہے یعنی وضو و غسل مکمل ہے، فقط جسم یا کپڑوں پر نجاست لگی ہے اور اتنی طہارت جس کے ساتھ نماز جائز ہو سکے، حاصل کرنے میں نماز کا مکمل وقت نکل جائے گا اور اس کے پاس کوئی دوسرا کپڑا بھی موجود نہیں، جسے جلدی سے پہن کر نماز وقت میں ادا کر سکے اور یہ ناپاک کپڑا ستر عورت کے لیے پہننا بھی لازم ہو، تو اس کو حکم ہے کہ اسی طرح نجاست کے ساتھ نماز ادا کر لے اور بعد میں طہارت حاصل کر کے دوبارہ پڑھے، یہ دوبارہ پڑھنا محض مستحب نہیں، بلکہ فرض و لازم ہے، کیونکہ اصل مذہب کے مطابق نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہی نہ تھا، لہذا اصل مذہب کے مطابق وہ نماز ہی نہیں ہوئی اور اسی کی رعایت رکھتے ہوئے یہ حکم ہے کہ طہارت کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھے تاکہ اصل مذہب کے مطابق بھی اپنے فرض سے سبکدوش (بری) ہو جائے۔

یہ واضح رہے کہ اگر اس نے بلا عذر شرعی نجاست سے پاکی حاصل کرنے میں اتنی تاخیر کی تو وہ گنہگار بھی ہوا، لہذا اسے توبہ بھی کرنی ہو گی۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ جو شخص نجاستِ حقیقی و حکمی سے طہارت حاصل کرنے پر قادر ہے، تو ایسے شخص کے لیے شرعی حکم ہے کہ وہ طہارت حاصل کر کے نمازِ پنجگانہ ادا کرے اور اگر طہارت حاصل کرنے پر قادر نہ ہو، مثلاً: پانی ایک میل کے اندر موجود نہیں یا کوئی بیماری ایسی ہے کہ جس میں پانی استعمال کرنا نقصان دہ ہو، تو شریعت نے رخصت کی صورتیں رکھی ہیں، مثلا: وضو و غسل کی جگہ تیمم کر لے یا نجس کپڑے میں ہی نماز پڑھ لے، اس تفصیل کے مطابق جو کتب فقہیہ میں موجود ہے۔

اور تیسری صورت جس میں بندہ طہارت حاصل کرنے پر ہر طرح سے قادر ہے، مگر نماز کا وقت اتنا کم ہے کہ نماز کی طہارت حاصل کرتے کرتے نماز کا وقت نکل جائے گا، مثلاً پانی موجود ہے لیکن نماز کا وقت اتنا کم ہے کہ غسل کرنے میں سارا وقت نکل جائے گا

یا کنویں میں پانی موجود ہے لیکن وہاں لوگوں کا ہجوم ہے کہ اپنی باری آتے آتے وقت نکل جائے گا یا ناپاک کپڑا دھوتے دھوتے وقت چلے جانے کا خوف ہے تو اب ان صورتوں میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

(1) امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شریعت نے جو رخصت قدرت نہ ہونے کی صورت میں دی تھی وہ رخصت اُس وقت بھی ملے گی جب طہارت حاصل کرنے میں نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو۔ لہٰذا اس صورت میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کرنے کی اجازت ہو گی یونہی ناپاک جگہ پر نماز ادا کرنے کی بھی اجازت ہو گی۔

(2) جبکہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم و صاحبین رضی اللہ عنہم کا اصول یہ ہے کہ جن نمازوں کا بدل موجود ہے جیسے نماز پنجگانہ کا بدل ان کی قضا کی صورت میں موجود ہے، ان میں طہارت پر قدرت ہونے کی صورت میں محض وقت نکل جانے کے خوف سے وہ رخصت نہیں ملے گی، جو شریعت نے قدرت نہ ہونے کی صورت میں دی تھی، بلکہ اس صورت میں حکم ہو گا کہ نجاست حقیقی و حکمی سے طہارت حاصل کرنے کے بعد ہی نماز ادا کرے اگرچہ وقت نکل جانے کا خوف ہو اور اگر وقت نکل جائے تو ان نمازوں کی قضا پڑھے۔

منیہ اور اس کی شرح غنیہ میں ہے: ”لو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضؤ فی سائر الصلوات ما عدا صلوۃ الجنازۃ و العید لا یتیمم عندنا، بل یتوضا و یقضی الصلوۃ ان خرج الوقت وقال زفر یتیمم و لا یتوضو....... قد قالوا الاصل ان ما یفوت لا الی خلف یجوز ان یتیمم خوف فواتہ کالجنازۃ و ما یفوت الی خلف لا یجوز التیمم لخوف فوتہ بل یتوضؤ فان فات یاتی بخلفہ “ترجمہ: نماز جنازہ و عید کے علاوہ باقی ساری نمازوں میں اگر وضو کرنے میں نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو، تو ہمارے نزدیک وہ تیمم نہیں کر سکتا، بلکہ وضو کرے اور وقت نکل جانے کی صورت میں نماز کی قضا کر لے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وضو نہ کرے، بلکہ تیمم کر لے۔ ہمارے علماء فرماتے ہیں اصل یہ ہے کہ جس نماز کا فوت ہونے کی صورت میں کوئی بدل نہ ہو اس کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر لے جیسے نماز جنازہ ہے اور جس نماز کے فوت ہونے پر کوئی بدل ہو اس کے فوت ہونے کا خوف ہو، تو تیمم جائز نہیں، بلکہ وضو کرے اس دوران اگر نماز فوت ہو جائے، تو اس کا بدل ادا کرے۔

(غنیۃ شرح المنیۃ، جلد1، صفحہ72،73، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: ”وبما قررناہ علم أن المعتبر المسافة دون خوف فوت الوقت خلافا لزفر وفي المبتغى بالغين المعجمة ومن كان في كلة جاز تيممه لخوف البق أو مطر وحر شديد إن خاف فوت الوقت اھ ولا يخفى أن هذا مناسب لقول زفر لا لقول أئمتنا، فإنهم لا يعتبرون خوف الفوت، وإنما العبرة للبعد كما قدمناه كذا في شرح منية المصلي..... ويتفرع على هذا الاختلاف ما لو ازدحم جمع على بئر لا يمكن الاستقاء منها إلا بالمناوبة لضيق الموقف أو لاتحاد الآلة للاستقاء ونحو ذلک، فإن كان يتوقع وصول النوبة إليه قبل خروج الوقت لم يجز له التيمم بالاتفاق وإن علم أنها لا تصير إليه إلا بعد خروج الوقت يصبر عندنا ليتوضأ بعد الوقت، وعند زفر يتيمم “ترجمہ: اور جو ہم نے تقریر بیان کی اس سے معلوم ہو گیا کہ تیمم کی رخصت میں مسافت یعنی پانی سے دور ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ وقتِ نماز کے فوت

ہونے کا بخلاف امام زفر کے اور مبتغی (غین معجمہ کے ساتھ) میں ہے "جو کسی محفوظ خیمے میں ہو تو مچھروں کے اندیشے سے یا بارش وسخت گرمی کی صورت میں اسے تیمم جائز ہے، جبکہ وقت نکل جانے کا خوف ہو۔" مخفی نہیں کہ یہ مسئلہ امام زفر کے قول کے موافق ہے، نہ کہ ہمارے ائمہ کے، کیونکہ ہمارے ائمہ فوتِ وقت کا اعتبار نہیں کرتے، بلکہ پانی سے دوری کا اعتبار کرتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے شرح منیۃ المصلی کے حوالے سے بیان کیا اور اس اختلاف پر یہ مسائل متفرع ہوتے ہیں کہ اگر کسی کُنویں پر ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے، تو اس صورت میں اگر اسے وقت نکلنے سے قبل اپنی باری آنے کی امید ہے، تو بالاتفاق اس کے لیے تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل چکا ہو گا، تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ انتظار کرے تاکہ وقت کے بعد وضو کر سکے اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔ **(بحر، جلد1، صفحہ147، دار الکتاب الاسلامی)**

لیکن ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ وقت نکل جانے کا خوف ہو، تو اس صورت میں بھی تیمم کی یا نجاست کے ساتھ ہی نماز ادا کرنے کی اجازت ہے (یعنی یہ روایت امام زفر کے مطابق ہے۔) اور فقہائے کرام فرماتے ہیں ان دونوں مسئلوں میں فرق کوئی نہیں ہے، لہٰذا ایک مسئلے میں جو روایت ہے، وہ دوسرے مسئلے کی روایت بھی کہلائے گی، تو گویا ان مسئلوں میں ائمہ ثلاثہ کی دو روایتیں ہیں۔

بحر کے مذکورہ بالا مقام پر ہی صاحب بحر لکھتے ہیں: "التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ" ترجمہ: وقت فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم (کی اجازت ہونا) بھی ہمارے مشائخ سے ایک روایت ہے، جسے قنیہ نے ذکر کیا ہے۔ **(بحر، جلد1، صفحہ147، دار الکتاب الاسلامی)**

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: "والاوضح سندا والاجل معتمدا مافی الحلیۃ والغنیۃ عن المجتبی عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی المسافر اذالم یجد مکانا طاھرا بأن کان علی الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر علی ان یسرع المشی حتی یجد مکانا طاھرا للصلاۃ قبل خروج الوقت فعل والا یصلی بالایماء ولا یعید ثم قال الحلوانی اعتبر ھھنا خروج الوقت لجواز الایماء ولم یعتبرہ لجواز التیمم ثمہ وزفر سوی بینھما وقد قال مشائخنا فی التیمم انہ یعتبر الوقت ایضا والروایۃ فی ھذا روایۃ لہ اذ لا فرق بینھما والروایۃ فی فصل التیمم روایۃ فی ھذا ایضا قال الحلوانی فاذا فی المسألتین جمیعا روایتان اھ۔ (ترجمہ:) سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیہ میں مجتبیٰ سے، اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: "مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہُوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی تو اگر وہ یہ کر سکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کے لیے کوئی

پاک جگہ مل جائے گی، تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں" پھر حلوانی فرماتے ہیں: جواز اشارہ کے لیے یہاں خروج وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جوازِ تیمم کے لیے اس کا اعتبار نہیں کیا اور امام زفر نے دونوں جگہ ایک جیسا حکم دیا۔ اور ہمارے مشائخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا اور اس (مسئلہ مسافر) میں روایت کا ہونا اُس (مسئلہ تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں: تو دونوں ہی مسئلوں میں دو ۲ دو ۲ روایتیں ہوں گی۔ اھ (ت)

اقول: الضمیر فی قوله اعتبر ههنا ولم یعتبر ثم لمحمد ومسألة المسافر قول ائمتنا فالروایة عنهم فیها روایة عنهم فی التیمم انه یجوز لخوف فوت الوقت ومسألة التیمم انه لا یجوز لحفظ الوقت ایضا قولهم فالروایة فیها روایة فی مسألة المسافر انه یمشی حتی یخرج من ذلک المکان ولا یصلی ثمه وان خرج الوقت فاذن لهم فی کلتا المسألتین قولان غیران مسألة المسافر اشتهرت بحکم الاجازة ومسألة التیمم بحکم المنع (ترجمہ:) اقول: ان کی عبارت "اعتبر ههنا، ولم یعتبر ثم" (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کے لیے ہے اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے، تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے اور مسئلہ تیمم کہ حفظِ وقت کے پیشِ نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے، تو جو اس مسئلے میں روایت ہے، یہی ایک روایت مسئلہ ٔمسافر کے بارے میں بھی ہے کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو ۲ قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہو گیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پاگیا۔" **(فتاوی رضویه، جلد3، صفحه443، رضافاؤنڈیشن، لاهور)**

حاصل کلام یہ ہوا کہ فقہ حنفی کے اصل مذہب کے مطابق طہارت حاصل کرنے میں اگر وقت نکل جانے کا خوف ہو، تو تیمم کرنے یا نجاست کے ساتھ نماز ادا کرنے کی رخصت نہیں، بلکہ طہارت حاصل کرنی ہوگی، اگرچہ وقت نکل جائے، جبکہ امام زفر اور ہمارے ائمہ ثلاثہ کی دوسری روایت کے مطابق ایسی صورت میں رخصت ہے تیمم کرلے یا نجاست کے ساتھ نماز ادا کرلے۔

اور بعد میں آنے والے کئی مشائخ نے امام زفر کا قول اختیار کیا اور محققین نے امام زفر کے دلائل کو بھی قوی قرار دیا (جس کی مکمل تفصیل امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کے رسالے "الظفر لقول زفر" میں دیکھی جا سکتی ہے۔) لہٰذا فقہائے کرام نے اس مسئلے میں احتیاطی پہلو کو اختیار کیا اور فرمایا کہ اگر کوئی آدمی وقت کے اندر طہارت حاصل نہ کر سکتا ہو، تو وہ امام زفر وائمہ ثلاثہ کی دوسری روایت کے مطابق نجاست حکمی کی صورت میں تیمم کرلے اور نجاست حقیقی کی صورت میں اسی طرح وقت میں نماز ادا کرلے اور پھر اصل مذہب حنفی کی رعایت کرتے ہوئے وقت کے بعد نجاست حقیقی وحکمی سے طہارت حاصل کر کے نماز کا اعادہ کرلے، تاکہ احناف کے تمام ائمہ کی روایات کے مطابق نماز درست ہو جائے اور آدمی اپنے فرائض سے یقینی طور پر سبکدوش ہو جائے، چنانچہ درمختار میں ہے: "لا یتیمم لفوت جمعة ووقت ولو وترا الفواتها إلى بدل، وقیل (هو قول زفر) یتیمم لفوات الوقت. قال الحلبي:

فالأحوط أن يتيمم ويصلي ثم يعيده" مزیدا من رد المحتار بین الھلالین "ترجمہ: جمعہ یا وقتی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمم نہ کرے، اگرچہ وتر ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ جب یہ فوت ہو جائیں، تو ان کا بدل موجود ہوتا ہے اور ایک قول جو امام زفر کا ہے، وہ یہ ہے کہ وقتی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے بھی تیمم کر سکتا ہے اور امام حلبی نے فرمایا: احتیاط اس میں ہے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ کرے۔

اس کے تحت خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: " وهذا قول متوسط بين القولين، وفيه الخروج عن العهدة بيقين فلذا أقره الشارح، ثم رأيته منقولا في التتارخانية عن أبي نصر بن سلام وهو من كبار الأئمة الحنفية قطعا، فينبغي العمل به احتياطا ولا سيما وكلام ابن الهمام يميل إلى ترجيح قول زفر كما علمته، بل قد علمت من كلام القنية أنه رواية عن مشايخنا الثلاثة "ترجمہ: اور یہ یعنی علامہ حلبی والا قول ہی متوسط راہ ہے، اس میں بالیقین آدمی اپنے فریضہ نماز کے ذمہ سے بری ہو جاتا ہے اور یہ احناف کے بہت بڑے فقیہ امام ابو نصر بن سلام سے منقول ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے بالخصوص اس وقت کہ علامہ ابن ہمام جیسے فقیہ بھی امام زفر کے قول کی طرف مائل ہیں، بلکہ قنیہ میں ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، باب التیمم، جلد1، صفحہ246، دار الفکر، بیروت)

یونہی امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے صاحب بحر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے چند مسائل نقل فرمائے، جن میں سے چوتھا مسئلہ یہ ہے: " معه ثوب نجس وماء لغسله ولكن لو غسل خرج الوقت لزم غسله وان خرج (ترجمہ:) جزئیہ نمبر۴: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے کے لیے پانی بھی موجود ہے، لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائے گا، اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد3، صفحہ453، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر کچھ آگے چل کر اسی مسئلے پر مزید کلام کرتے ہوئے اور اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " اما الفروع الاربعة الأول فاقول: كذا الحكم فيها بيد انه يعيد اما الحكم فلما قدمت عن الحلية والغنية عن شمس الائمة انه لا فرق في تلك الفروع وان الرواية في احدها رواية في سائرها وقد كان هناك اعني فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو في القدمين اوالخفين مع ترك الركوع والسجود وليس في هذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادة فلما علمت من مراعاة اصل المذهب "ترجمہ: اب رہے پہلے چار جزئیات فاقول: ان میں بھی یہی حکم ہو گا یعنی نماز وقت کے اندر پڑھی جائے گی فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہو گا۔ وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ وغنیہ کے حوالہ سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ان میں سے کسی ایک میں وارد ہونے والی روایت سب میں وارد کہلائے گی۔ اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے

اتصال لازم آتا تھا، اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں، اور رکوع و سجود ترک ہوتا تھا اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے **اور اعادہ کا حکم اس لیے کہ اصل مذہب کی رعایت ہو جائے۔**

(فتاوی رضویہ، جلد3، صفحہ457، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

یہاں تک تو نماز پڑھنے کا حکم تھا باقی جہاں تک تاخیر کرنے کا معاملہ ہے، تو اگر کسی نے بلا عذر شرعی طہارت حاصل کرنے میں اتنی تاخیر کی تو گنہگار ہو گا۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:"وأقول إذا أخر لا لعذر فهو عاص"ترجمہ: اگر بغیر عذر کے اتنی تاخیر کرے گا، تو وہ گنہگار ہو گا۔

(ردالمحتار، باب التیمم، جلد1، صفحہ246، دارالفکر، بیروت)

تنبیہ: اگر یہ معاملہ کسی صاحب ترتیب شخص کو پیش آیا یعنی وقت کی تنگی کے باعث اسے ناپاک کپڑوں میں نماز ادا کرنا پڑی تو اب اس پر یہ بھی لازم ہو گا کہ اگلی نماز سے پہلے پہلے اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے، کیونکہ جب اصل مذہب پر وہ نماز درست ہی نہ ہوئی تھی، تو اب اعادہ کرنے سے پہلے صاحب ترتیب کو اگلی نماز پڑھنا بھی اصل مذہب کے مطابق درست نہ ہو گا۔ لہٰذا اصل مذہب کی رعایت کرنا یہاں بھی لازم ہو گا، یوں کہ پہلے اس نماز کو طہارت کے ساتھ دوبارہ پڑھ لے اور پھر اگلی نماز پڑھے۔(ہاں ترتیب ساقط ہونے والی صورتیں مستثنیٰ رہیں گی کما لا یخفی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

15ربیع الثانی 1437ھ/26جنوری 2016ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے